دل عشق میں

ربیعہ طارق

اس نے جھک کر اپنے دونوں پیروں کو باری باری کومبیٹ بوٹ یعنی فوجی بوٹ میں جکڑا پھر سیدھی ہوئی۔ اپنے تمام بالوں کا نفاست سے جوڑا بنا کر اس نے سر پر سیفٹی ہیلمٹ پہنا۔ شرٹ کے اوپر بلٹ پروف ویسٹ پہنی اور ہاتھ میں تین فٹ لمبی کلاشنکوف پکڑ کر وہ مکمل طور پر ایک کمانڈو کا روپ

دھار چکی تھی۔

آج اسے ایک بے حد مشکل مشن پر جانا ہے...... آج یہ بات ثابت ہوجائے گی کہ وہ ایک اچھی ڈیفینڈر (بچانے والی) ہے بھی یا نہیں۔ دل میں خوف بھی تھا۔ امید بھی اور بلند حوصلے بھی۔ اپنے سراپے پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

''دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لیے...... میں ہوں بالکل تیار''

کہہ کر اس نے دایاں پاؤں پورے جوش سے زمین پر مارتے ہوئے خود کو سیلوٹ کیا۔ اور اپنی لوکیشن پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوگئی۔

کلاشنکوف سے فائر کرتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ اپنے دشمنوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ایک ایک کر کے دشمن کو حراست میں لیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک ...... ٹھاہ وہ ...... وقت کی گھڑیاں تھم سی گئیں۔ ہر سو سناٹا چھا گیا۔ ہر چیز سلو موشن میں حرکت کرنے لگی۔ وہ اپنے حواس کھو دینے والی تھی کہ جنرل صاحب سر پر آن پہنچے......

''ہائے تیرا بیڑا غرق...... پھر سے توڑ دیے برتن۔'' دونوں ہاتھ منہ پر رکھے وہ کبھی زمین پر پڑی شیشے کے گلاس کی کرچیوں کو دیکھتی تو کبھی اماں کو جو خوفناک تاثر لیے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

''وہ ...... سوری امی ...... ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔'' ماں کے خوفناک تیور دیکھتے ہوئے وہ بے چاری شکل بنا کر بولی۔ جس پر اماں کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

''ہاتھ سے پھسل گیا تھا؟؟...... ابھی بتاتی ہوں۔'' کہتے ہوئے انہوں نے دشمنوں میں سے یعنی برتنوں میں سے ایک بڑا سا لکڑی کا چمچ اٹھایا اور اس کی جانب لپکیں۔ مگر وہ اپنا دفاع کرتی کچن سے یعنی لوکیشن سے فرار ہوگئی۔

''پتا نہیں کس دن اس لڑکی کو عقل آئے گی۔'' کہہ کر اماں نے چمچہ واپس دشمنوں میں ...... آں ہاں ...... برتنوں میں پٹخ دیا۔

وہ بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی اور دوبارہ شیشے کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے سر کو اس نے سیفٹی ہیلمٹ یعنی دوپٹے سے آزاد کیا جو وہ عموماً کام کرنے سے پہلے سر کے گرد لپیٹ کر پلو آگے کو گرا لیا کرتی تھی۔ پھر اس نے بلٹ پروف ویسٹ یعنی ایپرن اتار کر دور پھینکا اور پیروں سے کومبیٹ بوٹ یعنی ٹوٹی ہوئی پلاسٹک کی جوتی جو اس نے گھریلو کاموں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اتار کر ایک طرف کی اور خود برا سا منہ بناتے ہوئے بیڈ پر آلتی پالتی بنا کر بیٹھ گئی۔

اور ہاں ...... جو تین فٹ لمبا کلاشنکوف تھی وہ دراصل کلاشنکوف نہیں بلکہ پانی صاف کرنے والا وائپر تھا۔ اب اس میں اس بے چاری کا بھی کیا قصور تھا بھلا...... لڑکیوں کے پاس کمانڈو بننے کے لیے فقط یہی سہولیات دستیاب ہوتی ہیں۔

وہ یونہی بیڈ پر بیٹھی منہ بسور رہی تھی کہ اماں کمرے میں داخل ہوئیں۔

''محترمہ حرم صاحبہ! آپ کوئی کام بھی کریں گی یا آپ کے حصے کے کام بھی اب مجھے ہی کرنا پڑیں گے؟'' خلاف توقع اماں قدرے شائستگی سے بولیں۔

''اف اماں! ہر وقت آپ کو کام کی ہی پڑی رہتی ہے۔ کتنا کام کرواتی ہیں آپ مجھ سے۔'' وہ خفگی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

''بیٹا! کام ہر لڑکی کو کرنا پڑتا ہے۔ اگر تم کام نہیں کرو گی تو کل کو ہم نے تمہاری شادی بھی تو کرنی ہے نا پھر تمہیں سسرال میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔'' اماں حرم کو سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''کوئی شادی وادی نہیں کرنی مجھے۔ میں تو فوج میں بھرتی ہوں گی اور ایس ایس جی (SSG) کمانڈو بنوں گی۔'' حرم کی بات پر اماں نے سر تھام لیا۔

’’اچھا چلو بن جانا کمانڈو، پہلے خالہ بی کو کھانا دے کر آؤ۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں کھانا نکال رہی ہوں تم جلدی باہر آجاؤ۔‘‘ حرم نے اثبات میں سر ہلایا تو اماں کمرے سے نکل گئیں۔

☆☆☆

دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹتے ہوئے وہ کچن میں داخل ہوئی اماں پیالے میں سالن نکال رہی تھیں۔

’’کھانا تیار ہے؟‘‘ حرم اماں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

’’ہاں کھانا تو تیار ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ ان کی خیریت پوچھ آؤں گی۔‘‘

’’جی بہتر ہوگا۔‘‘ حرم نے کہا۔

’’میں بس روٹیاں پکالوں پھر چلتے ہیں۔‘‘ اماں چولہے پر توا چڑھاتے ہوئے بولیں۔ پاس پڑی پھلوں والی ٹوکری سے حرم نے ایک سیب اٹھایا اور چھری کی مدد سے اسے کاٹنے لگی۔

اماں کی روٹیوں کی ٹھپ ٹھپ کی آواز کچن میں گونجنے لگی۔

’’اماں! یہ خالہ آپ کی سگی خالہ ہیں؟‘‘ سیب کے چھلکے اتارتے ہوئے وہ اماں سے مخاطب ہوئی۔

’’ہوں۔‘‘ روٹی توے پر ڈالتے ہوئے اماں نے مصروف سے انداز میں مختصر سا جواب دیا۔

’’نانی اماں کی کتنی بہنیں تھیں؟‘‘ کہہ کر اس نے سیب کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا۔

’’میری اماں اور خالہ بی بس دو ہی بہنیں تھیں۔‘‘ اماں دوسرے پیڑے کو ہاتھوں کی مدد سے گول کرتے ہوئے بولیں۔

’’نانی اماں بڑی تھیں یا خالہ بی؟‘‘ حرم نے ایک اور سوال جھاڑا۔

’’خالہ بی۔‘‘ روٹی آگ پر سینکتے ہوئے اماں نے جواب دیا۔ سیب کا دوسرا ٹکڑا سوچنے کے سے انداز میں کھاتے ہوئے وہ ابھی ایک اور سوال کرنے ہی والی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن ہادیہ کچن میں داخل ہوئی۔

’’امی مجھے بھوک لگی ہے۔‘‘

’’کھانا تیار ہے کھا لینا۔ میں اور حرم خالہ بی کے پاس جا رہے ہیں۔ تمہارے ابا آئیں تو انہیں بتا دینا۔‘‘ اماں نے ہادیہ سے کہا۔

’’جی امی۔‘‘ کہہ کر وہ حرم کے ہاتھ سے سیب کا ٹکڑا چھین کر واپس بھاگ گئی۔ حرم کی تیکھی نگاہوں نے منظر سے غائب ہونے تک اس کا تعاقب کیا۔

’’چلو حرم! یہ برتن اٹھا لو۔‘‘ کہہ کر اماں نے دوپٹے کا پلو درست کیا اور پھر وہ ماں بیٹی برابر والے گھر میں جا پہنچیں۔ دونوں لوہے کا گیٹ دھکیل کر اندر داخل ہوئیں تو سامنے خالہ بی اپنے لاغر وجود کو چھڑی کے سہارے گھسیٹتی ہوئی کچن میں جا رہی تھیں مگر ان دونوں کو دیکھ کر وہیں رک گئیں۔

’’خالہ بی! کہاں جا رہی ہیں آپ؟‘‘ اماں دونوں ہاتھوں سے انہیں سہارا دیتے ہوئے بولیں۔

’’وہ...... میں پانی لینے جا رہی تھی۔‘‘

’’آپ اندر چلیں، حرم لے آئے گی پانی۔‘‘ کہتے ہوئے اماں خالہ بی کو کمرے میں لے گئیں اور حرم کچن کی جانب بڑھ گئی۔ کھانے کے برتن شیلف پر رکھ کر وہ کولر سے گلاس میں پانی بھرنے لگی۔ پانی کا گلاس اور برتن تھامے وہ بھی کمرے میں آ گئی۔

خالہ بی بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں جب کہ اماں ان کے پاس کرسی پر براجمان تھیں۔ حرم نے پانی کا گلاس خالہ بی کو تھمایا اور کھانے کے برتن اماں کے حوالے کر دیئے۔

اماں روٹی کے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر خالہ بی کے منہ میں ڈالنے لگیں۔

’’ابھی تم لوگوں کو یہاں شفٹ ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں اور میری خدمتوں میں لگ گئی ہو۔‘‘ خالہ بی اماں کا ہاتھ نرمی سے سہلاتے ہوئے بولیں۔

’’کیسی باتیں کر رہی ہیں خالہ بی......‘‘ اماں

نے اپنا دوسرا ہاتھ خالہ بی کے جھریوں زدہ ہاتھ پر رکھا۔

"آپ کی خدمت کر کے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں اپنی اماں کی خدمت کر رہی ہوں۔" خالہ بی کے جھریوں زدہ چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ کتنی ہی دیر اماں اور خالہ یونہی باتیں کرتی رہیں۔ حرم بھی پاس بیٹھی ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ جب روٹی اور باتیں ختم ہوگئیں تو اماں کھڑی ہوگئیں۔

"ٹھیک ہے خالہ بی میں اب چلتی ہوں۔ حرم کے ابا آنے والے ہیں۔" اماں نے کہا تو حرم بھی چلنے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"خالہ بی! آپ اس بیماری کی حالت میں گھر میں اکیلی رہیں گی کیا؟ کام والی کدھر ہے؟"

"کام والی کچھ دنوں کے لیے چھٹیوں پر گئی ہے۔" اس کی بیٹی کی شادی ہے۔ لیکن تم پریشان مت ہو۔ میں رہ لوں گی۔" اماں کی پریشانی دیکھتے ہوئے خالہ بی نے انہیں تسلی دلائی۔

"نہیں خالہ بی...... اس حالت میں آپ کا اکیلے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" کہہ کر اماں حرم کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

"حرم! تم خالہ بی کے پاس ہی رک جاؤ۔ ان کا خیال رکھنا۔ اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔" تحکمانہ انداز میں کہہ کر اماں وہاں سے چلی گئیں۔

اماں کے جانے کے بعد وہ پہلے تو خالہ بی کی ٹانگیں دباتی رہی۔ مگر جب خالہ بی سوگئیں تو وہ کمرے سے باہر آئی۔ اس نے ابھی تک مکمل طور پر یہ گھر نہیں دیکھا تھا۔ جدید طرز کا بنا یہ چھوٹا سا گھر جس کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا گیراج تھا۔ دائیں ہاتھ پر کچن، سامنے خالہ بی کا کمرا اور بائیں ہاتھ پر بھی ایک کمرہ تھا۔ جس کا دروازہ بند تھا۔

اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر دروازہ نہیں کھلا۔ یقیناً وہ لاک تھا۔ گیٹ کے بالکل ساتھ دائیں جانب سیڑھیاں اوپر کو جا رہی تھیں۔ وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ ڈرتے ڈرتے وہ سیڑھیاں اوپر چڑھی۔ بالائی منزل اندھیرے میں ڈوبی تھی۔ سامنے دو کمروں کے دروازے تھے۔ وہ زیادہ کچھ نہ دیکھ پائی اور اندھیرے سے گھبرا کر واپس نیچے بھاگ آئی۔

وقت گزارنے کے لئے اس نے خالہ بی کی الماری سے ایک کتاب نکالی اور صوفے پر نیم دراز ہو کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگی۔

اس دوران جانے کب وہ نیند کی وادی میں اتر گئی اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

☆☆☆

اس کی آنکھ ٹیلی فون کی گھنٹی سے کھلی۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ خالہ بی قبلہ رو کرسی پر بیٹھی نماز ادا کر رہی تھیں۔ وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے قاصر تھیں۔ بیڈ کے بائیں جانب چھوٹے سے اسٹینڈ پر پڑے ٹیلی فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اس کی گھنٹی سے خالہ بی کی نماز میں خلل نہ پڑے۔ اس لیے وہ اٹھی اور ٹیلی فون کا ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو...... جی کون؟" ریسیور کان سے لگا کر اس نے فون کرنے والے کا تعارف چاہا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک بھاری بھرکم آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"میں آپ کا خاوند بات کر رہا ہوں۔" حرم کی نیند سے بوجھل آنکھیں یک لخت پھیل گئیں۔

"کک...... کون بات کر رہے ہیں آپ؟" اس نے دوبارہ وضاحت طلب کی کہ شاید اس نے غلط سنا ہے۔

"میں آپ کا خاوند بات کر رہا ہوں۔" دوبارہ پھر وہی جملہ سنائی دیا۔ اس نے کھٹاک سے ریسیور

واپس کریڈل پر پٹخ دیا۔ ابھی وہ ساکت کھڑی اسی کال کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ خالہ بی نے اسے مخاطب کیا۔

''کس کا فون تھا؟''

''میرے خاو...... پپ...... پتا نہیں کون تھا۔''

بے دھیانی میں اس کے منہ سے ''خاوند'' نکلنے ہی والا تھا کہ اس نے اپنے حواسوں پر قابو پالیا۔

☆☆☆

وہ ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی آف پاکستان آرمی کا آفس تھا۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں آمنے سامنے دو بڑی اور لمبی میزیں تھیں۔ جن کے آگے آفس چیئرز پڑی تھیں۔ ہر چیئر کے سامنے جدید کمپیوٹرز پڑے تھے اور ان کمپیوٹرز کو آپریٹ کرنے کے لیے مخصوص وردیوں میں ملبوس آفیسرز براجمان تھے۔ جنھوں نے سر پر ہیڈ فونز پہن رکھے تھے۔ ان ہی میں سے ایک سیکٹر میجر وقار کا تھا۔

کرسی پر بیٹھا وہ تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلا رہا تھا کہ وردی میں ملبوس ایک سپاہی اس کے پاس آیا اور سلیوٹ کر کے بولا۔

''سر! لیفٹیننٹ کمانڈر ذوریز حیدر صاحب آئے ہیں۔''

''انہیں اندر بھیج دو۔'' وہ نظریں کمپیوٹر سے ہٹائے بغیر بولا۔ کچھ ہی دیر میں کمانڈنگ آفیسر کی وردی پہنے ایک خوبصورت نوجوان اندر داخل ہوا۔

''کیسے ہو یار...... کافی عرصہ بعد شکل دکھا رہے ہو۔'' میجر وقاص لیفٹیننٹ ذوریز کے گلے لگتے ہوئے بولا۔

''بس یار اللہ کا کرم ہے۔ تم سناؤ...... کیا مصروفیات ہیں آج کل اور گھر میں سب کیسے ہیں؟'' لیفٹیننٹ ذوریز اسٹول کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''اللہ کا شکر سب ٹھیک ہیں۔ سائرہ اور امی تمہیں یاد کر رہی تھیں۔ کسی دن چکر لگاؤ گھر پہ دادی کے ساتھ۔'' میجر وقار نے کہا۔

''ہاں ان شاء اللہ آؤں گا کسی دن۔ فی الحال تو میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ میں چند دن کی چھٹیوں پر لاہور جا رہا ہوں۔ کافی عرصہ ہوگیا دادی سے ملے۔ پچھلی بار جب آیا تھا تو ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔''

''تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' میجر وقاص لیفٹیننٹ ذوریز کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ جواباً لیفٹیننٹ ذوریز مسکرا دیا۔

''میرے بھائی میری بات مانو...... گھر میں ایک عدد بیوی لے آؤ، کم از کم دادی کی دیکھ بھال کے لیے کوئی تو ہوگا نا گھر پہ۔''

''فرصت ملے گی تو سوچوں گا اس بارے میں بھی۔'' لیفٹیننٹ ذوریز فرمانبرداری ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ میجر وقاص لیفٹیننٹ ذوریز کا فیملی کزن تھا اور اچھا دوست بھی۔

''اچھا بتاؤ تم کیا لو گے؟ چائے یا کافی!'' میجر وقاص نے ذوریز کو آفر کی۔

''نہیں کچھ نہیں۔ مجھے اب نکلنا چاہیے۔ بلکہ یاد آیا میں نے دادی کو تو اطلاع ہی نہیں دی اپنے آنے کی۔'' کہتے ہوئے ذوریز کی نظر سامنے ٹیبل پر پڑے ہیڈ فون پر پڑی۔ اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ ابھر آئی۔

''سنو...... دادی کو تنگ کریں۔'' چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ لیے لیفٹیننٹ ذوریز میجر وقاص کی طرف دیکھتے بولا۔

''تم باز آجاؤ اپنی حرکتوں سے...... کسی دن میں دادی کو سب بتادوں گا۔'' میجر وقاص ذوریز کا اشارہ سمجھتے ہوئے بولا۔

''ہاں تو بتا دینا۔ عرصہ دراز ہوا دادی کی ڈانٹ سنے۔'' لیفٹیننٹ ذوریز ہیڈ فون سر پر پہنتے ہوئے بولا۔ اور پھر تیزی سے بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔

دوسری جانب بیل جا رہی تھی۔ تین چار منٹ تک مسلسل بیل بجتی رہی پھر کال اٹینڈ کر لی گئی۔

"ہیلو...... جی کون؟" دوسری جانب سے نیند میں ڈوبی ایک نہایت خوبصورت نسوانی آواز لیفٹیننٹ ذوریز کے کانوں میں پڑی۔ اس نے میوٹ کا بٹن پریس کیا اور میجر وقاص کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ دادی کی آواز کو کیا ہوگیا ہے؟" اگلے ہی لمحے اس نے کال انمیوٹ کی اور نہایت سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"میں آپ کا خاوند بات کر رہا ہوں۔" دوسری جانب کچھ دیر گہری خاموشی چھا گئی۔

"کک...... کون بات کر رہے ہیں آپ؟"

دوسری جانب سے آتی آواز کی لرزش اور اس میں چھپی کیفیت وہ بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔

"میں آپ کا خاوند بات کر رہا ہوں۔" مسکراہٹ دباتے ہوئے اس نے دوبارہ وہی جواب دیا تو رابطہ منقطع ہوگیا۔ دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی تھی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"کون تھا؟" میجر وقاص لیفٹیننٹ ذوریز سے مخاطب ہوا۔

"پتا نہیں کوئی لڑکی تھی...... جو بھی تھی اس کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔" لیفٹیننٹ ذوریز کھوئے کھوئے سے انداز میں بولا۔

"ہاں...... دادی نے آب شباب پی لیا ہوگا۔" میجر وقاص نے کہا تو لیفٹیننٹ ذوریز قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

☆☆☆

فجر کی نماز ادا کر کے وہ خالہ بی کے گھر کی صفائی میں جت گئی تھی۔ پہلے ان کے کمرے کی صفائی کی پھر کچن صاف کیا، پھر خالہ بی کے کپڑے استری کیے اور اب وہ گھر جانے ہی والی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک پرکشش دراز قد نوجوان کھڑا تھا جس نے بلیک جینز کے ساتھ لائٹ براؤن کلر کی ٹی شرٹ پہن رکھی تھی اور کندھے پر بھاری بھرکم سا بیگ لٹکا رکھا تھا۔

"جی...... کس سے ملنا ہے آپ کو؟" وہ جو سامنے کھڑا اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا اس کے اس سوال پر خاصا حیران ہوا۔

"یہ میرا گھر ہے۔ مجھے جس سے ملنا ہوگا میں خود ہی مل لوں گا۔" کہتے ہوئے وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوگیا اور حرم کھڑی اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

"ذوریز...... میرا بچہ...... کتنے عرصے بعد مجھ سے ملنے آیا ہے۔"

اس نوجوان کو دیکھ کر خالہ بی چھڑی کا سہارا لیتے ہوئے کمرے سے باہر آئیں اور دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر چومنے لگیں۔ حرم کچھ دیر کھڑی انہیں دیکھتی رہی پھر وہیں سے گھر چلی گئی۔

☆☆☆

دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ وہ کچن میں آئی تو اماں چولہے پر رکھی دیگچی میں چمچہ چلا رہی تھیں۔

"امی! آپ ابھی خالہ بی کے گھر گئی تھیں نا؟" وہ اماں کے قریب کھڑی ہو کر بولی۔

"ہوں...... کیوں؟"

"ان کے گھر کوئی مہمان آیا ہے کیا؟"

"مہمان؟...... نہیں تو...... ارے وہ تو ذوریز ہے۔ خالہ بی کا پوتا۔ میں ابھی مل کے آئی ہوں اس سے۔ بہت ہی فرماں بردار اور تمیز دار بچہ ہے۔" چمچہ چلاتی ہوئی اماں چند لمحے کو رک کر مسکراتے ہوئے بولیں۔

"فوج میں افسر ہے۔ تم جو کہتی ہو نا کمانڈنگ آفیسر، وہ والا افسر ہے۔" اماں نے کہا تو حرم نے چونک کر اماں کو دیکھا۔

"اچھا؟"

"ہادیہ! خالہ بی کو کھیر دے آؤ۔" اماں نے بلند آواز لگائی۔

"خالہ بی کو کھیر دے کر آنی ہے؟" حرم نے

سوال کیا۔

''ہاں۔''

''میں دے آؤں؟''

''ہاں چلوتم دے آؤ...... کہیں گرانہ دے۔'' کہہ کر اماں نے کھیر والا ڈونگا حرم کو تھما دیا۔ حرم وہ ڈونگا لے کر کچن سے نکل گئی۔

''اے کاش کہ مجھے ذوریز جیسا داماد ملے۔ کتنا اچھا لڑکا ہے۔'' حرم کو جاتا دیکھ کر اماں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچا۔

کھیر کا برتن ہاتھ میں پکڑے وہ ابھی خالہ بی کی دہلیز تک پہنچی ہی تھی کہ دروازے کے اسٹیپ میں اس کا پاؤں الٹا اور وہ دھڑام سے زمین پر جا گری۔ کھیر کا برتن بھی زمین بوس ہوگیا۔ گویا اماں کے خدشے کو حرم نے حقیقت کا رنگ دے ڈالا۔

اسے شاید اتنی شرمندگی محسوس نہ ہوتی اگر سامنے وہ نہ ہوتا۔ خالہ بی کے کمرے کے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ بیڈ پر لیپ ٹاپ اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا اور باہر کا منظر باآسانی دیکھ سکتا تھا۔

دروازے میں گری حرم پر ایک نظر ڈال کر وہ بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے لگا۔ حرم زمین پر بت بنی بیٹھی چہرے پر شرمندگی کے آثار لیے اسے گھورنے لگی۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور حرم کی جانب بڑھا۔ حرم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے لگا کہ اب وہ کسی فلمی ہیرو کی طرح اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھائے گا۔ مگر یہ کیا......

وہ آیا اور زمین پر پڑے برتن اٹھا کر واپس کچن کی جانب بڑھ گیا۔ حرم کو نئے سرے سے شرمندگی نے آگھیرا۔ وہ کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے کچن میں چل دی وہ سنک پر جھکا برتن دھو رہا تھا۔

کچھ دیر وہ خاموش کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر زبان ساتھ نہیں دے رہے تھی۔

''یہ لیجیے برتن۔ اپنی امی کو شکریہ کہیے گا اور ان سے کہیے گا کھیر بہت مزیدار تھی۔'' حرم کو برتن تھماتے ہوئے ذوریز نے کہا۔ وہ فرماں برداری سے سر ہلاتی ہوئی مڑی مگر اگلے ہی پل کسی خیال کے تحت واپس پلٹی۔

''آپ کو کیسے پتا کہ کھیر مزے دار تھی۔ جبکہ وہ تو گر گئی۔'' معصومیت سے کہتے ہوئے اس نے سوالیہ نظروں سے ذوریز کو دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

''آپ کی جوشیلی آمد سے ہی اندازہ ہوگیا تھا۔'' ذوریز نے کہا تو حرم کے چہرے پر ایک شرمیلی سے دبی دبی مسکراہٹ ابھر آئی۔ برتن لیے وہ ابھی کچن سے باہر آئی تھی اس نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ وہ مڑی۔

''یہ صاف کون کرے گا؟'' وہ دروازے میں گری کھیر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں کردیتی ہوں۔'' وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

''ظاہر ہے جس نے گرایا ہے اصولاً تو اسی کو صاف کرنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ دوبارہ کمرے میں چلا گیا اور حرم فقط اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆☆☆

وہ کمرے میں کھڑی بال سنوار رہی تھی کہ ہادیہ کمرے میں آئی۔

''آپی! خالہ بی اور ذوریز بھائی آئے ہیں۔ امی کہہ رہی ہیں چائے بنا دیں۔'' کہہ کر وہ واپس چلی گئی۔ دوپٹہ سر پر ٹکا کر وہ تیزی سے باہر آئی اور کچن میں گھس گئی۔ جلدی جلدی چائے بنا کر وہ چائے اور دیگر لوازمات ٹرے میں سجا کر لاؤنج میں آئی جہاں سب بیٹھے تھے۔

لاؤنج میں خالہ بی، ذوریز اور اماں بیٹھے تھے۔ باآواز بلند سلام کر کے اس نے سب کے آگے چائے کے کپ رکھے اور اماں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

''ذوریز تو بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔'' اماں ذوریز کو شفقت بھری نگاہوں سے نوازتے ہوئے بولیں۔

جواباً وہ مسکرا دیا۔
"جب یہ وردی پہنتا ہے نا تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میجر حیدر علی میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہو۔"
خالہ بی ذوریز کو دیکھتے ہوئے بیٹے کو یاد کرکے قدرے افسردگی سے بولیں۔ کچھ دیر لاؤنج میں خاموشی چھائی رہی۔ خالہ بی کے چہرے کی افسردگی دیکھتے ہوئے اماں نے بات کا رخ بدلنا چاہا۔
"اچھا خالہ بی! آپ یہ بتائیں کہ کل کھیر کیسی بنی تھی؟ میں نے خاص طور پر آپ کے لیے بنائی تھی۔ اماں بتایا کرتی تھیں کہ آپ کو کھیر بہت پسند ہے۔" اماں نے کہا تو حرم کی سانسیں اٹک گئیں۔ اس نے گھر آکر اماں کو نہیں بتایا تھا کہ وہ کھیر گر گئی تھی۔ بے اختیار اس کی نگاہ ذوریز کی جانب اٹھی۔ وہ بھی اسے انہی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
"کھیر؟...... کون سی کھیر؟......" خالہ بی ناسمجھی سے بولیں۔
"وہ...... پھپھو نے کل کھیر بھجوائی تھی۔ آپ سو رہی تھیں تو میں نے کھالی۔" ذوریز فوراً بولا۔ خالہ بی مسکرادیں۔
"چلو کوئی بات نہیں۔"
"میں معذرت چاہتا ہوں آپ نے دادی ماں کے لیے کھیر بھجوائی تھی اور میں نے کھالی۔" ذوریز اماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔
"نہیں بیٹا کوئی بات نہیں۔ آپ کھائیں یا خالہ بی ایک ہی تو بات ہے...... میں خالہ بی کے لیے اور کھیر بنالوں گی۔" اماں نے اس کی شرمندگی زائل کرنے کے لیے کہا۔
"ویسے...... کھیر کافی مزے کی تھی۔" کہہ کر ذوریز نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا اور چائے کا گھونٹ بھرتے ہی اس نے ایک بار پھر حرم کو دیکھا۔ حرم نے شرم کے مارے نظریں جھکالیں۔
"آپ کی بیٹی چائے کافی اچھی بنالیتی ہے۔"
حرم نے بے یقینی کی سی کیفیت میں ذوریز کو دیکھا۔ کیا وہ واقعی اس کی تعریف کر رہا تھا؟
"جی بالکل۔ میں نے تو اپنی بیٹی کو گھر کے سارے کام سکھائے ہیں۔ کوکنگ تو مجھے بھی اتنی اچھی نہیں آتی جتنی حرم کو آتی ہے۔ الحمدللہ بہت ذمہ دار بچی ہے میری۔" اور اب کی بار حرم نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنی اماں کو دیکھا جو ہر وقت اسے کام چوری اور غیر ذمہ داری کا طعنہ دیتی رہتی تھیں اور اب اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھیں۔
ایک ہی سانس میں چائے ختم کرکے ذوریز نے کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور بسکٹ والی پلیٹ سے بسکٹ اٹھالیا۔
"خالہ بی! آپ بھی پئیں نا چائے۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اماں نے خالہ بی کے سامنے پڑے چائے کے کپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں دادی یہ چائے نہیں پی سکتیں...... ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔" ذوریز فوراً بول پڑا۔
"لیکن بلڈ پریشر کا چائے سے کیا تعلق؟" اماں ناسمجھی سے بولیں۔
"وہ...... ایکچوئیلی یہاں آنے سے کچھ دیر پہلے ہی دادی نے چائے کے ساتھ میڈیسن لی تھی۔ میڈیسن کافی ہیوی تھی اس لیے ابھی ان کے لیے چائے پینا نقصان دہ ہو سکتا ہے۔" ذوریز نے وضاحت دی۔
"ہاں ذوریز ٹھیک کہہ رہا ہے۔" خالی بی نے بھی ذوریز کی تائید کی تو اماں نے مزید اصرار نہیں کیا۔ کچھ دیر گپ شپ کرنے کے بعد وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔
انہیں رخصت کرنے کے بعد اماں نے دوبارہ اپنی نشست سنبھالی۔
"ماشاء اللہ! بہت اچھا لڑکا ہے ذوریز۔" کہتے ہوئے اماں نے چائے کا کپ اٹھالیا۔
"حیدر بھائی بھی بہت اچھے انسان تھے۔ بچپن میں ہمیں ٹافیاں دیا کرتے تھے۔"
اماں کی بات سنتے ہوئے حرم نے چائے کا گھونٹ بھرا اور اچانک ٹھٹک گئی۔ عجلت میں چائے

بناتے ہوئے وہ چائے میں چینی کی جگہ نمک گھول بیٹھی تھی۔ اس نے اپنا کپ فوراً ٹرے میں رکھا۔

''شہادت کا رتبہ بھی تو قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔'' کہہ کر اماں چائے کا کپ ہونٹوں سے لگانے ہی والی تھیں کہ حرم نے ان کے ہاتھ سے کپ چھین لیا۔

''اماں میں نے کہیں پڑھا تھا کہ مہمانوں کے جانے کے بعد چائے نہیں پیتے، گھر سے چائے پتی ختم ہوجاتی ہے۔''

کہتے ہوئے وہ جلدی جلدی سارے کپ ٹرے میں رکھ کر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ اور اماں ہکا بکا اسے جاتا دیکھتی رہ گئیں۔

کچن میں آکر اس نے ٹرے شیلف پر پٹخی اور دائیں ہتھیلی سے اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

''پتا نہیں کس طرح پی ہوگی اس بیچارے نے یہ زہر آلود چائے...... امی کو بھی کیا ضرورت تھی میری اتنی تعریفیں کرنے کی...... پتا نہیں کیا سوچ رہا ہوگا وہ میرے بارے میں کہ ایک چائے تک ڈھنگ سے بنانی نہیں آتی۔'' پریشانی کے عالم میں وہ خود سے مخاطب ہوئی۔ پھر ایک ایک کر کے ساری چائے سنک میں بہانے لگی۔

☆☆☆

وہ دادی کے کمرے میں ان کے پاس بیٹھا لیپ ٹاپ پر مصروف تھا، جب دادی نے اسے پکارا۔

''ذوریز بیٹا......! ایک بات بتاؤ...... تمہیں حرم کیسی لگی؟''

''مجھے تو...... نارمل لڑکیوں جیسی لگی ہے...... کیوں کوئی بات ہے؟'' ذوریز نے سنجیدگی سے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

''ذوریز! میں مذاق نہیں کر رہی۔'' خالہ بی نے خفگی سے اسے گھورا۔ ذوریز مسکرا دیا۔

''اب آپ کیا چاہتی ہیں مجھ سے؟...... میں اس لڑکی کی تعریفیں کروں؟'' ذوریز لیپ ٹاپ بند کر کے مکمل طور پر ان کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔

''ایسا ہی سمجھ لو۔'' خالہ بی نے کہا۔

''اچھی ہے۔ بس...... ذرا غیر ذمہ دار ہے۔'' ذوریز صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے بولا۔

''نہیں...... ایسا تمہیں لگتا ہے۔ درحقیقت وہ بہت ذمہ دار بچی ہے۔'' خالہ بی نے کہا تو مسکراہٹ دباتے ہوئے ذوریز نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلا دیا جیسے ان کی ہر بات سے متفق ہو۔

''ذوریز!......'' خالہ بی سنجیدگی سے مخاطب ہوئیں۔

''مجھے حرم بہت اچھی لگتی ہے...... میں اسے اس گھر کی بہو بنانا چاہتی ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟'' خالہ بی نے کہا تو ایک زوردار قہقہہ مخالف سمت سے سنائی دیا۔

''یہ آپ میرا فائدہ سوچ رہی ہیں یا اپنا؟'' ذوریز شرارت بھرے انداز میں بولا۔

''تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے معاملے میں اتنی خودغرض ہوسکتی ہوں؟'' خالہ بی خفا ہوئیں۔ ذوریز کے چہرے سے شرارت اور ہنسی کے بادل چھٹ گئے۔

''دادی جان!......'' متانت سے کہتے ہوئے اس نے خالہ بی کا ہاتھ تھام لیا۔

''مجھے پورا بھروسہ ہے کہ...... آپ میرے لیے جو بھی لڑکی پسند کریں گی...... وہ خالصتاً پھاپھا کٹنی ہوگی۔ لیکن آپ کا فیصلہ پھر بھی سر آنکھوں پر ہوگا۔'' کہہ کر ذوریز آخر میں مسکرا دیا۔ خالہ بی نے بھی مسکراتے ہوئے اسے پیار سے چپت لگا دی۔

''میں جانتی ہوں تم میرے فرماں بردار بیٹے ہو۔ لیکن میں اپنا فیصلہ تم پر مسلط نہیں کرنا چاہتی۔ تم جتنے دن یہاں ہو اچھی طرح سوچ سمجھ لو پھر جواب دینا۔ اور تب ہی میں بات آگے بڑھاؤں گی۔'' خالہ بی نے کہا تو ذوریز نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا۔

☆☆☆

پچھلے پہر حرم اپنی اماں اور ہادیہ سمیت خالہ بی کے گھر پر موجود تھی۔ خالہ بی اور اماں باتوں میں مصروف تھیں۔ حرم نے جلدی سے چائے ختم کی اور کپ سامنے ٹیبل پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

کمرے سے باہر آتے ہی اس نے پیچھے مڑ کر تسلی کی کہ خالہ بی اور اماں اسے دیکھ تو نہیں رہیں۔ جب اسے تسلی ہوگئی کہ کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتیں تو چپکے سے قدم اٹھاتی ذوریز کے کمرے کے قریب آئی اور ہولے سے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد بھی دروازہ نہ کھلا۔ وہ دوسری بار دستک دینے ہی والی تھی کہ اس کے عقب سے آواز آئی۔

''وہ اندر نہیں ہیں آپی۔'' حرم گھبرا کر پیچھے مڑی۔ سامنے ہادیہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑی تھی۔ حرم دو قدم چل کر اس کے قریب آئی۔

''ہادیہ! مجھے ان سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک موقع دیا ہے میں اسے گنوانا نہیں چاہتی۔'' وہ منت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔ ہادیہ نے مسکراتے ہوئے آنکھ کی مدد سے اوپر کی جانب اشارہ کیا۔ حرم پہلے تو ناسمجھی سے چھت کو گھورنے لگی کہ شاید وہ چھپکلی کی مانند چھت سے چپکے ہوں۔ پھر اچانک اسے بالائی منزل کا خیال آیا۔

''وہ اوپر ہیں؟'' حرم نے اوپر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جواباً ہادیہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بھنویں اچکا دیں۔ حرم خوشی سے مسکراتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی مگر پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی رک گئی اور ہادیہ کو دیکھنے لگی۔

''تم بھی چلو گی میرے ساتھ؟'' حرم نے الجھے ہوئے انداز میں کہا تو ہادیہ نے شانے اچکا دیے۔

''شیور''۔ کہہ کر وہ بھی حرم کے ساتھ ہولی وہ دونوں چپکے چپکے اوپر چڑھ رہی تھیں۔ جیسے ڈاکہ مارنے جا رہی ہوں۔ بالائی منزل واضح ہوئی تو وہ سامنے والے کمرے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کی پشت سیڑھیوں کی جانب تھی اور رخ سامنے دیوار کی جانب جہاں ایک ادھیڑ عمر جوڑے کی تصویر لٹک رہی تھی۔

وہ بالکل سیدھا کھڑا ہاتھ پیچھے کی جانب باندھے اسی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے تصویر میں قید انسانوں سے باتیں کر رہا ہو۔ ہادیہ اور حرم آہستہ سے چلتی ہوئی کمرے کی بائیں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئیں جیسے ابھی وہ باہر آئے گا تو وہ دونوں کوئی چیز اس کے سر پر دے ماریں گی۔ حرم نے دیوار کی اوٹ میں چھپ کر ذرا سا سر آگے کر کے اس کی حرکات کا جائزہ لینا چاہا وہ ابھی بھی اسی انداز میں کھڑا تھا۔

''آپ اندر آسکتی ہیں۔'' بنا مڑے ذوریز نے کہا تو حرم سر پیچھے کر کے دوبارہ دیوار کے ساتھ چپک گئی۔

وہ دونوں اب تک سمجھ رہی تھیں کہ وہ انکی موجودگی سے لاعلم ہے۔ حلق کو تر کرتی ہوئی حرم گھبراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی وہ ابھی تک اسی انداز میں کھڑا تھا۔

''یہ میرے والد صاحب اور والدہ محترمہ ہیں۔'' سامنے تصویر کو دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا۔

''پیارے ہیں......'' حرم نے گھبراہٹ میں جواب دیا۔

ایک لمحے کے لیے اس نے اپنا سر جھکایا لیکن پھر دوبارہ اسی طرح سر اٹھا کر تصویر کو دیکھنے لگا۔ درحقیقت اسے حرم کے غیر رسمی اور معصومانہ جواب پر ہنسی آگئی تھی مگر وہ ضبط کر گیا۔

''وہ ...... مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے......'' دوپٹے کا پلو انگلی پر مروڑتے ہوئے حرم نے کہا۔ وہ پلٹا اور خالص فوجیوں کے سے انداز میں عین اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب

باندھے ایک فٹ کا فاصلہ تھا۔ گردن بالکل سیدھی اور سر ذرا اوپر کی جانب اٹھا تھا۔

"میں سن رہا ہوں۔" کہہ کر وہ سنجیدگی سے حرم کو دیکھنے لگا۔ وہ یوں اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جیسے وہ اسے کوئی راز کی بات بتانے والی ہو۔

حرم تھوڑا اسٹپٹا گئی۔ بڑے بڑے لوگوں کی تو باتیں بھی بڑی بڑی ہوتی ہیں مگر اسے بڑی بڑی باتیں کرنا کہاں آتی تھیں۔

"وہ ...... مجھے آپ سے معافی مانگنی تھی ...... اس دن جائے میں ......"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے عادت ہے ایسی چیزوں کی لیکن ہر کسی کو نہیں ہوتی اس لیے آئندہ احتیاط کیجیے گا۔"

حرم کی گھبراہٹ کو بھانپتے ہوئے اس نے اس کی بات کاٹ کر اس کے لیے آسانی پیدا کردی۔ حرم فرماں برداری سے سر ہلاتی ہوئی مڑ گئی لیکن پھر واپس پلٹی اور اسے دیکھنے لگی۔

"کچھ اور بھی کہنا ہے آپ کو؟" اس کی الجھی ہوئی کیفیت محسوس کرتے ہوئے ذوریز نے کہا۔

جواباً حرم نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"میں سن رہا ہوں۔" وہ دوبارہ اسی توجہ سے مخاطب ہوا تھا۔

"وہ ...... میں فوج میں بھرتی ہونا چاہتی ہوں۔" حرم نے بامشکل لب کھولے۔

"چڑیوں کی فوج میں؟" جواباً ذوریز نے کہا تو باہر کھڑی ہادیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"نہیں جی...... پاکستانی فوج میں۔"

"اوہ......تو اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟" ذرویز نے کہا۔

"وہ......آپ اپنے کسی سینئر آفیسر سے سفارش کرا کے مجھے کمانڈنگ آفیسر کا عہدہ دلا دیجیے پلیز۔" حرم نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہوں......اس کے لیے تو آپ کو بڑی محنت کرنی پڑے گی۔" خلاف توقع جواب آنے پر حرم کا چہرہ کھل اٹھا۔

"میں ہر طرح کی محنت کرنے کے لیے تیار ہوں۔" جھکتے ہوئے کہہ کر حرم سوالیہ نظروں سے ذوریز کو دیکھنے لگی۔

کچھ دیر کھڑا وہ کچھ سوچتا رہا پھر مخاطب ہوا۔ "تو ٹھیک ہے پھر آج ہی سے شروع کرتے ہیں۔

نمبر ایک، روزانہ بیس کلو آٹے کی بوری اکیلے اٹھانا ہوگی۔ نمبر دو، روزانہ سیڑھیوں سے اوپر نیچے سو چکر لگانے ہوں گے۔ نمبر تین، روزانہ کھانے میں کچی بھنڈی کھا کر گزارا کرنا ہوگا۔ نمبر چار، روزانہ گھر کا ہر کام خود کرنا ہوگا مثلاً برتن دھونا، کھانا پکانا، صفائی ستھرائی اور وہ بھی صرف تین گھنٹے کے اندر اندر نمبر پانچ، ہر کام بھاگتے ہوئے کرنا ہوگا۔" وہ ایک ہی سانس میں بنا رُکے بولے جا رہا تھا اور حرم دیدے پھاڑے اسے تکے جا رہی تھی۔

بات کے اختتام پر اس نے سوالیہ نظروں سے حرم کی جانب دیکھا۔ "ہو جائے گا؟" حرم نے دیدے سیکڑے اور نظریں جھکا کر سر ہلاتی ہوئی کمرے سے نکلنے لگی۔

"اور ہاں......" ذوریز نے دوبارہ اسے پکارا۔ شاید کچھ اور بھی باقی رہ گیا تھا۔

"نمازیں پانچوں وقت ادا کرنی ہوں گی۔ اور نماز کسی ایجنسی ادارے یا عہدے کے لیے نہیں صرف اللہ کے لیے پڑھنی ہے۔"

ذوریز نے کہا تو حرم فرمانبرداری سے سر ہلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ ذوریز نے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔

☆☆☆

دو دن گزر چکے تھے۔ نہ حرم کے گھر سے کوئی خالہ بی کے ہاں آیا اور نہ ہی خالہ بی اور ذوریز ان کے گھر گئے۔ اس دن کی گفتگو ذوریز بھلا چکا تھا اور اپنے کام میں مصروف تھا۔

آج بھی وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا کاغذوں سے الجھ رہا تھا کہ خالہ بی چھڑی کا سہارا

لیتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"ذوریز بیٹا! میرے ساتھ چلو حرم کی خیریت پوچھ آتے ہیں۔" خالہ بی دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"کیوں؟...... اسے کیا ہوا؟" ذوریز حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"آج صبح حادثہ آئی تھی۔ بتا رہی تھی کہ حرم سیڑھیوں سے گر گئی ہے۔ اس کے پیر میں موچ آئی ہے۔" خالہ بی نے کہا تو ذوریز حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اوہ مائی گاڈ۔" اس نے زیر لب کہا۔

ازراہ مذاق حرم کو دی گئی اپنی ہدایات اسے یاد آ گئیں۔ اسے ہرگز توقع نہیں تھی کہ حرم اس کی ہدایات پر عمل کر بیٹھے گی۔ اسے ہنسی بھی آئی لیکن دادی کے سامنے ضبط کر گیا۔ کچھ دیر بعد خالہ بی اور ذوریز حرم کے گھر پر موجود تھے۔

"حرم اٹھ کر بیٹھو اور سر پر دوپٹا لو...... خالہ بی آئی ہیں۔" دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی اماں کہہ کر پلٹ گئیں۔ حرم جو بڑے اطمینان سے بیڈ پر لیٹی لحاف اوڑھے رسالہ پڑھ رہی تھی جھٹ سے سیدھی ہوئی۔ رسالہ لحاف میں چھپایا اور سر پر نفاست سے دوپٹا ٹکا لیا۔

کچھ ہی دیر میں خالہ بی، ذوریز اور اماں کمرے میں داخل ہوئے۔ خالہ بی نے آگے بڑھ کر شفقت سے حرم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر ماتھے پر بوسہ دیا۔ وہ تینوں سامنے پڑے صوفے پر براجمان ہو گئے۔

کتنی ہی دیر ان کے درمیان حرم کے سیڑھیوں سے گر جانے کا واقعہ زیر گفتگو رہا۔ اس دوران حرم نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر ذوریز کو نہیں دیکھا۔ مگر خود پر پڑتی ذوریز کی نظریں وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اس کے بارے میں سوچ رہا ہو گا کہ میری دی گئی ہدایات پر یہ دو دن بھی ڈٹ کر عمل نہ کر سکی۔ وہ کسی بھی طرح اسے یہ باور نہیں کرانا چاہتی تھی کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں۔

کچھ دیر یونہی باتیں کرنے کے بعد خالہ بی اور ذوریز اٹھ کھڑے ہوئے۔ اماں بھی ان کے ہمراہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"تم پریشان مت ہو۔ ان شاء اللہ حرم جلدی ٹھیک ہو جائے گی۔" صحن سے گزر کر دروازے تک آتے ہوئے خالہ بی نے اماں کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

"خالہ بی! مجھے اس کے گرنے کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی پریشانی اس بات کی ہے کہ آج کل حرم بہت عجیب عجیب سی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"عجیب عجیب حرکتیں؟" اماں کی بات سن کر خالہ بی ناسمجھی سے بولیں۔

"جی خالہ بی! پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اسے گھر کے سارے کام بھاگ دوڑ کر کرنے لگی ہے۔ کھانا بھی ٹھیک طرح سے نہیں کھاتی۔ کچی بھنڈیاں کھانے کی فرمائش کرتی ہے اور بار بار بھاگ کر چھت پر چڑھ جاتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے ہماری چھت پر کسی بھوت کا بسیرا ہے۔" کہتے ہوئے اماں کے چہرے پر پریشانی بالکل واضح تھی۔ ان کی پریشانی دیکھ کر ذوریز کو ہنسی بھی آ رہی تھی اور خود پر غصہ بھی۔

"ارے تم خوامخواہ کے وہم پال رہی ہو۔ اللہ کا نام لے کر پھونکتی رہا کرو حرم پر۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو گا۔" خالہ بی اماں کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے انہیں تسلی دینے لگیں۔ اور پھر خالہ بی اور ذوریز الوداعی کلمات کہتے ہوئے دروازہ عبور کر گئے۔

☆☆☆

ذوریز کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ روانہ ہونے والا تھا۔ ان کے کمرے میں کھڑا وہ پیکنگ کر رہا تھا دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس کم ان۔" ٹی شرٹ کی تہ لگاتے ہوئے ذوریز نے مصروف سے انداز میں کہا۔ دروازہ ہولے سے کھلا۔

"ارے آپ...... تشریف لے آئیے۔" چوکھٹ میں کھڑی لڑکی کو دیکھ کر ذوریز نے کہا۔

دھیرے چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" بیگ میں کپڑے رکھتے ہوئے ذوریز نے کہا۔

"جی ٹھیک ہوں۔" حرم نے جواب دیا۔

"ویسے ...... میں نے سیڑھیاں چڑھنے اترنے کا کہا تھا۔ ڈائریکٹ چھلانگ لگانے کا نہیں کہا تھا۔"

ذوریز کا موڈ آج خاصا خوشگوار لگ رہا تھا۔ وہ مسکرا تو نہیں رہا تھا مگر چہرے پر سنجیدگی بھی نہیں تھی۔

"میں نے چھلانگ نہیں لگائی تھی...... وہ تو بس میرا پیر مڑ گیا تھا۔" جواباً حرم نے کہا۔

"اوہ......" ذوریز نے متاسف نظروں سے حرم کو دیکھا۔

"آپ جا رہے ہیں؟" حرم نے چھوٹتے ہی سوال کر ڈالا۔

"کیوں؟ ...... نہ جاؤں؟" حرم کے سوال پر ذوریز ٹھہر کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں...... میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" حرم نے کہا تو ذوریز دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"وہ ...... آپ نے اپنے باس سے بات کی میرے بارے میں؟" حرم نے اپنا مدعا بیان کیا تو ذوریز مسکرا دیا۔ اس نے تہ شدہ کپڑوں کو سلیقے سے بیگ میں رکھ کر بیگ کی زپ بند کی اور حرم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔

"ایکچوئیلی ...... میں نے ان سے بات کی تھی مگر ...... انہوں نے کہا کہ کمانڈنگ آفیسر کے عہدے پر لڑکیوں کو فائز نہیں کیا جاتا...... لیکن چونکہ آپ کی ٹریننگ ہو چکی ہے اس لیے آپ کمانڈنگ آفیسر تو نہیں مگر...... کمانڈنگ آفیسر کی بیوی ضرور بن سکتی ہیں۔" کہہ کر ذوریز نے گہری سوالیہ نظروں سے حرم کو دیکھا۔ حرم آنکھیں پھاڑے ذوریز کو دیکھنے لگی۔

"اصل میں ...... یہ بات مجھ سے دادی نے کی تھی۔

اگر آپ کو اعتراض ہے تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں...... میں خود انکار کر دوں گا۔" یہ کہہ کر ذوریز نے جواب طلب نگاہوں سے حرم کو دیکھا۔

وہ جو کھڑی مبہوت سی اسے دیکھے جا رہی تھی سنتے ہی شکست خوردہ انداز میں چہرہ جھکا کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ ذوریز نے ایک گہری سانس خارج کی۔

اس کے موبائل پر بیل ہوئی۔ کال لیس کر کے موبائل کان سے لگاتا ہوا وہ واپس پلٹ آیا۔ اور ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا سامان اٹھانے لگا۔

"ہاں یار...... فائل تیار ہے...... میں کچھ ہی دیر میں نکل رہا ہوں۔" کہہ کر اس نے شیشے میں دیکھا تو فوراً کال کاٹ دی اور پیچھے مڑا۔

وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ کر ذرا سا چہرہ نکال کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ذوریز بھی حیران کھڑا اسے دیکھنے لگا۔ حرم نے نظریں جھکا لیں اور مسکرا کر وہاں سے بھاگ گئی۔ اس کے جانے کے بعد ذوریز بھی مسکرا دیا۔ اسے اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا۔

اور پھر فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش لیے حرم کا دل عشق میں بھرتی ہو گیا۔

☆

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے

بہنوں کیلئے خوبصورت ناول

یہ گلیاں یہ چوبارے

فائزہ افتخار

قیمت -/400 روپے

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021